فانتهوا الی ایران فقتلهم نائبها من جهة خوارزم شاه وهو والد زوجته کشلی خان واخذ جمیع ما کان معهم، فارسل جنکز خان الی خوارزم شاه یستعلمه هل وقع هذا الامر عن رضا منه او انه لم یعلم به فانکره، وقال له فی ما ارسل الیه : من المعهود من الملوك ان التجار لا یقتلون لانهم عمارة الاقالیم وهم الذین یحملون الی الملوك التحف والاشیاء النفیسة، ثم ان هولاء التجار کانوا علی دینك فقتلهم نائبك، فان کان امرا انکرته والا طلبنا بدمائهم، فلما سمع خوارزم شاه ذلك من رسول جنکز خان لم یکن له جواب سوی انه امر بضرب عنقه، فاساء التدبیر وقد کان خرف وکبرت سنه وقد ورد الحدیث : اترکوا الترك ما ترکوکم، فلما بلغ ذلك جنکز خان تجهز لقتاله واخذ بلاده فکان بقدر الله تعالیٰ ما کان من الامور التی لم یسمع باغرب منها ولا ابشع (*البدایہ والنہایہ* ۱۷/۱۶۳،۱۶۴)

مطلب یہ ہے کہ سفیر کے معاملے کی ابتدا خوارزم شاہ کی طرف سے ہوئی تھی جس نے چنگیز خان کے سفیر کے معقول مطالبات کا جواب دینے سے عاجز ہو کر اسے قتل کرا دیا اور اس وقت وہ دراصل بڑھاپے کی وجہ سے سٹھیا چکا تھا۔

علامہ ذہبی ''تاریخ الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

فوردت رسل جنکز خان الی خوارزم شاه تقول : انك اعطیت امانك للتجار فغدرت، والغدر قبیح وهو من سلطان الاسلام اقبح، فان زعمت ان الذی فعله خالط بغیر امرك فسلمه الینا والا فسوف تشاهد منی ما تعرفنی به، فحصل عند خوارزم شاه من الرعب ما خامر عقله فتجلد وامر بقتل الرسل فقتلوا! فیا لها حرکة لما هدرت من دماء الاسلام اجرت بکل نقطة سیلا من الدم (۲۲/۴۴)

یعنی خوارزم شاہ کی عقل پر پردہ پڑ گیا اور اس نے بزعم خویش بڑی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے سفیروں کو قتل کر دیا اور ایک ایسی حماقت کا ارتکاب کیا جس کی وجہ سے چنگیز خان کے سفیروں کے خون کے ایک ایک قطرے کے بدلے میں مسلمانوں کے خون کے دریا بہا دیے گئے۔ ع لمحوں نے خطا کی تھی، صدیوں نے سزا پائی۔

کیا یہ رویہ مسلمانوں کی خیر خواہی کا ہے؟

ربیعہ بن امیہ، قریش کے مشہور سردار امیہ بن خلف کا بیٹا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر اس نے اسلام قبول کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس نے شراب پی تو امیر المومنین نے اسے کوڑے لگوانے کے ساتھ ساتھ اسے تعزیراً علاقہ بدر کر کے خیبر کی طرف بھیج دیا۔ اس بات پر ربیعہ ناراض ہو کر رومی بادشاہ قیصر کے پاس چلا گیا اور نصرانی مذہب اختیار کر لیا۔

امیر المومنین نے کوئی غیر شرعی کام نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے جائز اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے ربیعہ کو علاقہ بدری کی سزا دی تھی، لیکن اس کا نتیجہ ایک مسلمان کے مرتد ہو جانے کی صورت میں نکلا تو سیدنا عمر کو اپنے فیصلے پر سخت ندامت

ہوئی اور انھوں نے یہ اعلان کر دیا کہ 'لا اغرب بعده مسلما ابدا' ۔یعنی آج کے بعد میں کبھی کسی مسلمان کو علاقہ بدر نہیں کروں گا۔ (نسائی، رقم ۵۶۷۶)

یہ منظر سامنے رکھیے اور اس کے تقابل میں اب ایک دوسرے منظر پر نگاہ ڈالیے:

جذبہ جہاد سے سرشار چند لوگ امارت اسلامیہ افغانستان میں بیٹھ کر وہاں کی اسلامی حکومت کی اجازت کے بغیر، بلکہ موثق اطلاعات کے مطابق ان کی طرف سے مخالفت کے باوجود، یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ وہ امریکہ کی اقتصادی طاقت کو توڑنے کے لیے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کریں گے۔ اس کے لیے حکمت عملی تیار کی گئی جو کامیاب رہی۔ سنٹر تباہ ہوا اور امریکہ کی پوری دنیا کی نظروں میں سبکی ہوئی۔ امریکہ نے طالبان حکومت سے القاعدہ کی قیادت کو اس کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا جسے طالبان حکومت نے اپنے خیال کے مطابق اسلامی حمیت اور آداب میزبانی کے منافی سمجھتے ہوئے مسترد کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ افغانستان میں قائم طالبان حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا اور لاکھوں مسلمانوں کو جنگ، ہجرت اور تباہی و بربادی کا سامنا کرنا پڑا۔

افغانستان میں محفوظ پناہ گاہ چھن جانے کے بعد ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کی منصوبہ بندی کرنے والے جہادی نظریہ ساز پاکستان کے علاقے میں آ گئے، جبکہ پاکستان یہ واضح کر چکا تھا کہ وہ اس جنگ میں افغان طالبان کے ساتھ نہیں ہے۔ بین الاقوامی طاقتوں نے مطالبہ کیا کہ پاکستان ان کے خلاف کارروائی کرے۔ پاکستانی فوج نے جہاں تک ممکن تھا، دباؤ برداشت کیا اور قبائلی علاقوں میں جنگ چھیڑنے سے گریز کیا، لیکن جب یہ خطرہ ہوا کہ اس کے نتیجے میں بین الاقوامی طاقتیں پناہ گزینوں کا پیچھا کرتے ہوئے پاکستان کی حدود میں داخل ہو سکتی ہیں تو مجبوراً اسے خود اپنے علاقے میں ان پناہ گزینوں کے ساتھ ساتھ اپنے ملک کے شہریوں کے خلاف بھی فوجی آپریشن کا فیصلہ کرنا پڑا۔

امیر المومنین سیدنا عمر کا جو واقعہ اوپر نقل کیا گیا ہے، اس کی روشنی میں تو چاہیے یہ تھا کہ اس پورے خطے کے مسلمانوں کو ابتلا و آزمائش میں ڈال دینے والا یہ گروہ ان نتائج کو دیکھ کر اپنے کیے پر ندامت محسوس کرے اور آئندہ کے لیے اس نوعیت کے تباہ کن اور احمقانہ اقدامات سے باز آ جانے کا عزم کر لے جو ایک مسلمان ملک کی پوری کی پوری فوج کو ''ارتداد'' کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیں، لیکن ایسی صورت حال میں یہ کیفیت، ظاہر ہے ایک ایسے ذہن میں ہی پیدا ہو سکتی تھی جس میں سیدنا عمر کی طرح مسلمانوں کی حقیقی خیر خواہی اور انھیں کسی دینی یا دنیاوی آزمائش سے محفوظ رکھنے کا جذبہ راسخ ہو۔ یہاں تو عقل و فہم کی لگام اندھے انتقام کے جذبے کے ہاتھ میں دے دی گئی تھی جس کی تسکین اپنے کیے پر نادم ہونے سے نہیں، بلکہ ''خارجیت'' کا طرز فکر اور فلسفہ اپنانے سے ہی ہو سکتی تھی، چنانچہ بے دھڑک یہ فتویٰ صادر فرمایا گیا کہ امریکہ کا ساتھ دینے کی وجہ سے پاکستانی فوج ''مرتد'' ہو گئی ہے اور اس کے جوانوں کو مارنا بھی ایسا ہی کار ثواب ہے جیسا امریکی فوجیوں کو جہنم رسید کرنا!!

کس نے اپنے آشیاں کے چار تنکوں کے لیے — برق کی زد میں گلستاں کا گلستاں رکھ دیا

مباحثہ ومکالمہ

ڈاکٹر عبدالباری عتیقی *

اسلامی نظریاتی کونسل اور ڈی این اے ٹیسٹ

پچھلے دنوں اسلامی نظریاتی کونسل نے کچھ سفارشات پیش کی ہیں جن میں ''زنا بالجبر'' کے کیس میں DNA ٹیسٹ کو ثبوت کے طور پر پیش کرنے کے حوالے سے ایک سفارش بھی شامل ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ 'زنا بالجبر'' کا کیس ثابت کرنے کے لیے DNA ٹیسٹ قابل بھروسہ نہیں ہے، البتہ اسے ثانوی ثبوت کے طور پر مدنظر رکھا جا سکتا ہے۔ ہم اس حوالے سے کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ہماری روایتی دینی تعبیر میں زنا ''مستوجبِ حد'' (چاہے وہ بالرضا ہو یا بالجبر) کے جرم کو ثابت کرنے کے لیے جو واحد طریقہ کار قابل قبول ہے وہ یہ ہے کہ چار مسلمان، عاقل، بالغ، تزکیۃ الشہود کے معیار پر پورا اترنے والے مرد یہ گواہی دیں کہ انہوں نے یہ جرم اپنی آنکھوں سے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس سے کم تر یا مختلف کسی طریقے سے یہ جرم ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ جدید ذہن کے لیے یہ چیز قابل قبول نہیں ہے۔ خصوصاً ''زنا بالجبر'' کے جرم کو تو اس طریقہ کار سے کبھی ثابت ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی وجہ سے یہ مسئلہ ہمارے یہاں طویل عرصے سے باعثِ نزاع بنا ہوا ہے۔

ہماری رائے میں روایتی دینی تعبیر میں اس حوالے سے ایک بنیادی غلطی پائی جاتی ہے۔ وہ غلطی یہ ہے کہ اس میں زنا کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک ''زنا بالرضا'' اور دوسری ''زنا بالجبر''۔ پھر ان دونوں قسموں کو وقوع، ثبوت اور سزا کے حوالے سے بالکل ایک درجے میں رکھ دیا گیا ہے۔ یہ بات بالبداہت غلط ہے۔ اصولاً ''زنا'' کا اطلاق صرف اس عمل پر ہوتا ہے جو دونوں فریقوں کی رضا مندی سے کیا گیا ہو۔ اس لیے اسے ''زنا بالرضا'' کہنا نہ صرف یہ کہ غیر ضروری ہے بلکہ غلط فہمی کا موجب بھی ہے۔ اور ''زنا بالجبر'' کی اصطلاح تو بالکل ہی الجھانے والی اور Self Contradictory ہے۔ اصل میں یہ اصطلاح جس جرم کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے اس کے لیے صحیح لفظ ''عصمت دری'' (Rape) ہے۔ یہ دونوں جرائم یعنی زنا اور Rape اپنے وقوع، نفسیات، اثرات، نتائج ہر حوالے سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ لوگوں نے محض ظاہری مماثلت کی بنا پر ان دونوں جرائم کو ایک ہی Category میں شامل کر دیا ہے۔ اور اس وجہ سے یہ ساری غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ شریعت میں جہاں بھی زنا، اس کی سزا یا اس کو ثابت کرنے کے مخصوص طریقہ کار کا ذکر ہے وہاں اس سے مراد ''زنا'' کا جرم ہے۔ رہا Rape یا عصمت

* drbari_atiqi@yahoo.com